

اجتماعِ اُضداد

مفتی منیب الرحمن

اردو میں ”ضد (دال کے سکون کے ساتھ)“ ہٹ دھرمی اور اڑیل پن کو کہتے ہیں، جبکہ عربی میں ”ضد (دال پرشد کے ساتھ) کسی چیز کے وصفِ مخالف یعنی Contra antagonist، Contrary، Opposite کو کہتے ہیں۔ حرفِ مشدّد کو ہم انگریزی میں ”Double“ سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے AA وغیرہ۔ عربی میں ضد کو ”تقیض“ بھی کہتے ہیں۔ اُضداد کی مثال یہ ہے جیسے: آگ اور پانی، دن اور رات، نور اور ظلمت وغیرہ۔ منطق میں ہمیں پڑھایا جاتا ہے: ”اجتماعِ ضدین یا اجتماعِ تقیضین محال (ناممکن) ہے“۔ لیکن اس استحالہ (عدم امکان) کے لیے آٹھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ فارسی کے اس شعر میں جمع کردی گئی ہیں:

در تقاضِ ہشت وحدت شرطِ داں وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت، جزء و کل قوت و فعل است، در آخرِ زماں

اس شعر کو علمِ منطق کا طالب علم ہی پوری طرح سمجھ سکتا ہے، تاہم قارئین کو کم از کم اتنا بتانا ضروری ہے کہ اجتماعِ ضدین تب محال ہے جب دو اُضداد ایک ہی زمان (Time) اور ایک ہی مکان (Space) میں جمع ہوں، ورنہ اگر زمان و مکان مختلف ہوں تو اجتماعِ ضدین محال نہیں ہے۔ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی سیاسی کرامت سے 17 جنوری کو لاہور میں سیاسی اُضداد کا اجتماع منعقد کر دکھایا۔ لیکن چونکہ وہ عربی علوم سے بھی آشنا ہیں، اس لیے انہوں نے یہ اہتمام کیا کہ ضدین (پینلز پارٹی اور تحریک انصاف) کو ایک مکان پر تو جمع کیا، لیکن زمان (Time) الگ الگ رکھا، تاکہ محال لازم نہ آئے یا براہ راست تصادم کی صورت پیدا نہ ہو، سو وہ اس میں کامیاب رہے۔ میڈیا والے پادشہ کے فلاپ ہونے کو موضوعِ بحث بنائے ہوئے ہیں۔

یہ کہات تو سب نے سن رکھی ہے: ”بادشاہِ وقت نے اہلِ شہر کو حکم دیا کہ رات کے پچھلے پہر ایک بڑے تالاب میں ہر شخص ایک ایک بالٹی دودھ ڈال دے۔ سب اہلِ شہر کی نیتوں میں کھوٹ بھرا ہوا تھا، سو ہر شخص نے سوچا کہ دودھ بھری بالٹی تو اور ڈال دیں گے، میں پانی کی بالٹی ڈالے دیتا ہوں۔ صبح اٹھ کر بادشاہ نے اس شب کو جا کر دیکھا، تو اس میں خالص پانی ہی پانی تھا۔“ یہی ماجرا لاہور کے کل جماعتی احتجاجی اجتماع میں ہوا۔ سب نے سمجھا کہ بندے دوسرے لے آئیں گے، میں دولہا بن کر شریک ہو جاتا ہوں، اس ”خسینیت“ کے سبب سب کی رسوائی ہوئی۔ ہمارے سادہ لوح اہلسنت کے منعقدہ میلاد النبی ﷺ کے جلوس یا جلسے میں کوئی سیاست دان یا حکمران آجائے تو خوشی سے پھولے نہیں ساتے کہ یہ ہمارا ”میلادِ یہ بھائی“ بن گیا ہے۔ اُن سادہ لوح لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیاست دان یا حکمران تو عوامی

اجتماع کے بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں۔ انہیں خود اتنا بڑا اجتماع کرنے میں لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں، سوا گرا نہیں اللہ کی تقدیر سے یہ نعمت غیر مترقبہ غیب سے ہاتھ آجائے، تو وہ علم و دانش اور عقیدت و محبت کے موتی لٹانے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے، بلکہ مائیک کی جان بڑی مشکل سے چھوڑتے ہیں۔

لاہور کے احتجاجی جلسے میں بھی یہی ہوا۔ الفاظ کی حمایت کا چندہ دینے میں کسی نے بخل سے کام نہیں لیا، حتیٰ کہ جلسے کے وقت سے چند گھنٹے پہلے چوہدری پرویز الہی صاحب پریس کانفرنس سے خطاب فرما رہے تھے: ”ہمارے لوگ ہزاروں کی تعداد میں احتجاجی جلسے میں شریک ہوں گے“، اس سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اعلان جناب عمران خان نے اپنی پریس کانفرنس میں کیا تھا: ”ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ طاہر القادری صاحب کے احتجاج میں شریک ہوں گے“ اور شیخ رشید صاحب تو آئے دن ڈاکٹر صاحب کی پیٹھ تھکنے اور بلا شیری دینے کے لیے پہنچ جاتے تھے، شاید یہی وجہ ہے کہ جاتے جاتے وہ ڈھیر ہو گئے۔ غالباً پوری قوت سے ان رہنماؤں کی مراد جوشِ خطابت تھا، حاضرین کی فراہمی نہیں تھا۔ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری ان سب کے اس باطنی مرض سے واقف تھے اور وہ گزشتہ دھرنے کے حوالے سے اس کا اظہار بہت پہلے اپنے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ان الفاظ میں کر چکے تھے: ”میرا سارا سرمایہ میرے اپنے کارکن تھے، کسی نے ساتھ نہیں دیا“۔ البتہ چوہدری شجاعت حسین نے اپنے ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا تھا: ”روٹی شوٹی کا انتظام ہم کرتے رہے“۔ لگتا ہے علامہ طاہر القادری ان سب کو سامنے کا منظر دکھا کر انہیں خالی کرسیوں کی صورت میں اُن کا حقیقی چہرہ دکھانا چاہتے تھے اور وہ اس میں سو فیصد کامیاب رہے، وہ اس پر جتنی بھی خوشی منائیں کم ہے، چنانچہ اپنی جماعت کے ذمے داران سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ”ہمارا مقصد حاصل ہو گیا، کرسیوں کی گنتی کرنا ہمارے مخالفین کا مسئلہ ہے“۔

میڈیا بار بار طعن کر رہا ہے کہ اسٹیج کچا کھج بھرا ہوا تھا، لیکن پنڈال خالی تھا اور کرسیاں خالی تھیں۔ میڈیا پر سنز کی خدمت میں گزارش ہے کہ سیاست دان مجھے میں دولہا بن کر شریک ہونا پسند کرتے ہیں، نہ کہ باراتی کی حیثیت سے، لہذا دولہوں والی سائیڈ یعنی اسٹیج بارونق تھا اور آپ کو اسی پر کفایت کرنی چاہیے تھی، بار بار خالی کرسیاں دکھا کر آپ نے ان سیاسی قائدین کا دل دکھایا، آپ کو اتنا سنگدل تو نہیں ہونا چاہیے، آپ کو رحمہ لی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا، کمرے کا کمال دکھانا تو آپ کا کام ہے۔ آخر اسلام آباد دھرنے کے آخری ایام میں آپ روز سر شام جناب عمران خان کا پر جوش خطاب دکھاتے تھے، مگر سامنے کی خالی کرسیاں نہیں دکھاتے تھے، بلکہ کسی اور بارونق جلسے کی جھلکیاں وقفے وقفے سے دکھا دیتے تھے، الغرض یہ تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، مگر اس بار آپ نے بھی ہاتھ کی صفائی دکھا دی، علامہ اقبال نے کہا تھا:

تو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا میں ہی تو ایک راز تھا، سینہ کائنات میں

اس شعر میں آپ ”مجھ یا میں“ سے اسٹیج پر موجود ساری قیادت اور غضب ڈھانے والے سے سنگدل اور بے رحم الیکٹرانک میڈیا مراد لے سکتے ہیں۔ شاید میڈیا والے یہ بتانا چاہتے ہوں کہ ہم جو آئے دن اکثر کیمہ ٹیکنیک سے آپ کا لاکھوں کا مجمع دکھاتے ہیں اور آپ ہماری قدر نہیں کرتے، تو لیجیے! اپنی حقیقی تصویر دیکھیے اور شرما کا گھونٹ پی لیجیے۔ غالب نے ایک منظر بیان کیا ہے: ان کا محبوب، رقیب و سیاہ کی گلی سے لوٹ کے آ رہا تھا کہ اُن کی اُس پر نظر پڑی اور وہ جھینپ سا گیا، اس کی شرمساری مٹانے کے لیے غالب نے کہا:



نہ ہم سمجھے، نہ آپ آئے کہیں سے پسینہ پونچھے، اپنی جبین سے

ہم نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ جب کسی صاحبِ تخت و تاج کو گرانے کے لیے ساری اپوزیشن یکجا ہو جائے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ اکیلے اکیلے اس واحد حریف کو پچھاڑنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس سے حریف کا سیاسی قد کاٹھ خود ہی بڑھ جاتا ہے، اندر سے احساسِ شکست اسی کو کہتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ جناب عمران خان اس زعم میں تھے کہ وہ اکیلے ہی سب کو بہا لے جائیں گے، مگر انہیں بادل نا خواستہ حقیقت پسند بننے ہوئے بلند منار کی چوٹی سے نیچے اترنا پڑا اور اپنے اُن مخالفین کے ساتھ، جنہیں منہ لگانا وہ کسرِ شان سمجھتے تھے، ایک اسٹیج پر یکجا ہونا پڑا۔ اگر اُن کے ہاں سیاسی ساکھ کا جائزہ لینے اور نفع نقصان کا صحیح تخمینہ لگانے کی کوئی روایت ہے تو جب بھی وہ اس کی مشق کریں گے، انہیں اپنے خسارے کا اندازہ ہو جائے گا۔ جناب نعیم الحق نے تو برملا اعتراف کر لیا: ”میں مانتا ہوں کہ 17 جنوری کا شوفالپ تھا اور چونکہ ہمارے کارکنوں نے اسے اپنا شو سمجھا ہی نہیں، اس لیے نہیں آئے“۔ اس کے برعکس ایک میڈیا رپورٹ میں بتایا جا رہا تھا کہ حاضرین میں سے پچھتر فیصد پی ٹی آئی کے کارکن تھے، پچیس فیصد پاکستان عوامی تحریک کے دور دراز سے آئے ہوئے یا لائے ہوئے کارکن تھے اور پیپلز پارٹی کی شرکت کثرتِ قائدین کی صورت میں تہرک کے طور پر تھی، جو جناب زرداری کے ساتھ رخصت ہو گئے۔

منافقینِ مدینہ اور کفارِ اہل کتاب کے باہمی اتحاد کے دعووں کی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیا آپ نے ان منافقین کی طرف نہیں دیکھا جو اہل کتاب سے کفر اختیار کرنے والے اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمہیں (تمہاری بستی سے) نکال دیا گیا، تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اگر اُن کو نکالا گیا تو یہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے قتال کیا گیا تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اُن کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر (کہیں سے) اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اے مسلمانو! اُن کے دلوں میں ضرور اللہ سے زیادہ تمہارا خوف ہے، اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے، وہ سب مل کر بھی تم سے قلع بند بستیوں یا فیصلوں کے پیچھے سے نہیں لڑ سکیں گے، اُن کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے، (اے مخاطب!) تم اُن کو یکجا سمجھتے ہو، حالانکہ اُن کے دل (آپس میں) پھٹے ہوئے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ عقل سے کام نہیں لیتے، (الحشر: 11-14)۔“

نوٹ: کسی تمثیل میں گہی مشابہت مراد نہیں ہوتی کہ کوئی اسے غلط معنی پہنائے کہ منافقین یا کفارِ اہل کتاب سے تشبیہ دیدی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ فریقین کے درمیان مشابہت کی قدر مشترک بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، لہذا نہ کوئی غلط مفہوم لے اور نہ کسی کو غلط فہمی میں مبتلا کرے۔ قرآن کریم میں تمثیلات اور تشبیہات کئی جگہ آئی ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نورِ اقدس کی تفہیم کے لیے بھی مثال بیان کی گئی ہے، حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ مثیل، وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے مثل و بے مثال ہے۔